Volume 04, Issue 02,
April-June 2026
PP: 37-47
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN
Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X
https://doi.org/10.63283/IRJ.04.02/06

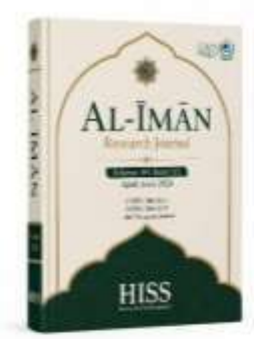

Article QR

فارغ بخاری خاکہ نگاری کے تناظر میں

Farigh Bukhari in the Context of Sketch Writing

Dr. Saeeda Mukhtar [1]*, Zahid Ali Askar[2]

Article History

Received
11-05-2026

Accepted
25-06-2026

Published
31-06-2026

Abstract & Indexing

WORLD of JOURNALS, Crossref, DORA, ACADEMIA, Google Scholar, ASIAN Research Index

Abstract

Farigh Bukhari was a prominent poet, prose writer, and literary critic of the subcontinent who remained closely associated with the Progressive Writers' Movement. His literary thought, expressed through his distinctive poetry and refined prose, reflects the intellectual and ideological objectives of the progressive literary tradition. In addition to his achievements as a poet and critic, Bukhari demonstrated considerable skill in the genre of sketch writing, producing insightful and memorable sketches of prominent literary personalities of his time. This study examines Farigh Bukhari's contribution to Urdu sketch writing, with particular emphasis on his celebrated collections Album and Dūsra Album. His sketches transcend mere biographical description and provide perceptive portrayals of the personalities, habits, intellectual orientations, and ideological perspectives of the individuals he encountered. Through vivid characterization, keen observation, engaging narration, and an effective combination of literary and critical elements, Bukhari succeeds in presenting both the public and private dimensions of his subjects. The study further explores how his progressive intellectual outlook influenced his approach to sketch writing and shaped his representation of contemporary literary figures. His sketches serve not only as valuable examples of Urdu prose but also as important documents of the literary and intellectual environment of his era. The research concludes that Farigh Bukhari occupies a significant position in Urdu sketch writing, as his works combine artistic expression, critical insight, historical documentation, and personal observation. His contribution considerably enriched the genre and continues to hold value for readers and researchers of Urdu literature.

Keywords:

Farigh Bukhari, Progressive, writer, critics, Poet, Prose writer, sketch writing, ideiology, Album, Dosra Album.

[1]*Lecturer, Department of Urdu, Fazaia College , Peshawar .* ***Corresponding Author***
[2]*Senior Research Scholar.*

All Rights Reserved © 2026 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

HIRA INSTITUTE "Y" Category REVIEWER CREDITS ROAD OPEN ACCESS

ہر انسان اپنے جیسے دوسرے انسان کو جاننا چاہتا ہے، سمجھنا چاہتا ہے، پرکھنا چاہتا ہے اور اس کے بعد ایک رائے قائم کرنا چاہتا ہے کیونکہ یہ اُس کی فطرت ہے۔ ایسا کرنے کے لیے وہ اپنے جیسے دوسرے انسان کے ساتھ وقت گزارتا ہے، مختلف حالات و واقعات کے پیش نظر اُس شخصیت کا عمل اور رد عمل دیکھتا ہے، اُسے بے تکلفی کی فضا میں لاکر اُس کے اندر جھانکنے کی کوشش کرتا ہے، اُس کی تحریریں اور اُس سے وابستہ افراد کا مطالعہ کرتا ہے، اگر اس سارے عمل کو تفصیل سے ترتیب وار پیش کرتا ہے تو سوانح و سیرت اور اگر اہم پہلوؤں کو لے کر اُس شخصیت کا تاثر قائم کرنے کی سعی کرتا ہے تو اسے خاکہ نگاری کہا جائے گا۔ غور کرنے کے عمل سے انسان خود کو بھی گزارتا ہے یعنی اگر وہ باریک بین ہو تو اپنا مطالعہ بھی کر سکتا ہے، لیکن اس کے لیے اُسے نہایت صاف گوئی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں وہ دیکھ بھی سکتا ہے اور دکھا بھی سکتا ہے۔ خاکہ نگاری کے حوالے سے مولوی عبد الحق نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ:

"انسان کا بہترین مطالعہ انسان ہے۔"[1]

ادب جس زبان میں ہو اور جس انداز میں ہو، چاہے شاعری ہو کہ نثر، داستان ہو، ناول یا پھر ڈراما، سیرت ہو یا سوانح، خود نوشت ہو یا کہ خاکہ، غزل ہو کہ نظم ،ان سب اصنافِ ادب میں انسان اور انسانی حالات ہی کی عکاسی ملتی ہے، کیونکہ ادب زندگی سے الگ کوئی شے نہیں۔ سیرت، سوانح اور خود نوشت طوالت کی خاصیت سے آراستہ اصناف ہیں تو خاکہ مختصر۔ مکمل تصویر نہیں لیکن پورٹریٹ، جو بھلے مکمل تعارف نہ سہی مگر شخصیت اُن ہی چند لکیروں پر ایستادہ ہے۔ جس طرح داستان سے ناول، افسانہ اور افسانچے تک طوالت پر فرق ضرور پڑا مگر جامعیت کا حُسن نمایاں رہا، اسی طرح خاکہ مختصر ضرور ہے مگر شخصیت کا مکمل اظہار ہے۔ محمد سہیل بھٹی کی وضاحت کے مطابق:

"خاکہ کسی کے مفصل حالات زندگی یا اُس کے کارہائے نمایاں کے تفصیلی تذکرے پر نہیں بلکہ اس کی زندگی کے اہم پہلوؤں کو اس کی سیرت کے حوالے سے پیش کیا جاتا ہے۔"[2]

اُردو میں خاکہ نگاری کی ابتداء کا حتمی تعین نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا تعلق تذکروں سے ہے۔ اُردو زبان کے شعراء و ادبا کے تذکرے بھی فارسی زبان میں لکھے جاتے تھے۔ اگرچہ کہ یہ تذکرے فنِ خاکہ نگاری کے حوالے سے مکمل نمائندگی کرتے دکھائی نہیں دیتے کیونکہ یہ زیادہ تر سیرت نگاری کی طرف مائل ہیں یا پھر ان میں صرف خوبیاں ہی نظر آتی ہیں اور یا مختلف شعراء کے کلام کے نمونے بھرے پڑے ہیں، پر ان کی اہمیت سے کسی طور انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ نہایت مختصر سہی، ادھورے سہی، یک رخی پر مبنی سہی لیکن خاکہ نگاری کے لیے یہی تذکرے خشتِ اول ہیں۔ بقول خاطر غزنوی قیام پاکستان کے بعد خصوصی طور پر پاکستان میں بہت سے اہل قلم نے منٹو کی خاکہ نگاری کی مقبولیت سے متاثر ہو کر اس فن کو سنجیدگی سے اپنایا اور اس صنف میں جدت پیدا کی، اُن ہی میں ایک نمایاں نام فارغ بخاری کا ہے۔ ان کی شریک حیات رفیعہ بخاری لکھتی ہیں:

"فارغ نرم و ملائم اُس وقت ہوتا جب کوئی اہم مطلب درپیش ہوتا، کھرا اُس وقت ہوتا جب کوئی بات اُس کی طبیعت کے خلاف ہوتی، سخت اُس وقت نظر آتا جب اُصولوں کے خلاف کوئی بات ہو جائے، خوش اُس وقت ہوتا جب کہیں غریبوں، مزدوروں کی فتح سنتا، بے ساختہ اُس وقت ہنستا جب میں کوئی بے وقوفی کی بات کرتی، غصے میں اُس وقت نظر آتا جب کوئی نصیحت کر رہا ہوتا، تاکہ پہلی مرتبہ ہی نصیحت اثر کر جائے اور جب کسی سنجیدہ بات کو لطیفے کا روپ دیتا تو مسکرا دیتا، غزل کہتے وقت میں نے اُسے اکثر بے قرار دیکھا ہے۔ شکریئے کے الفاظ بڑے مختصر ادا کرتا مگر آنکھوں اور چہرے کے خدوخال کی چمک سے شکریہ پھوٹ پڑتا۔ اگر کبھی کسی غلطی کا احساس ہو جاتا تو پھر اُس جیسا بہادر اور دلیر بھی اور کوئی نہ تھا۔"[3]

فارغ بخاری اگر کچھ اور نہ بھی تحریر کرتے تو خیبر پختونخوا کی ادبی تاریخ "ادبیاتِ سرحد" جیسا تحقیقی کارنامہ اُن کے ادبی قد کاٹھ کو نمایاں کرنے کے لیے کافی تھا اور بحیثیت ایک انقلابی شاعر بھی اُن کا مقام مسلم تھا، لیکن فارغ جیسے محقق، شاعر، ادیب، نقاد اور مؤرخ کو تو بحیثیت خاکہ نگار، فنِ خاکہ نگاری کے میدان کو بھی فتح کرنا تھا شخصی خاکوں کا پہلا مجموعہ "البم" کے نام سے 1978ء میں اشاعت پذیر ہوا جبکہ دوسرا مجموعہ "دوسرا البم" کے نام سے 1983ء میں شائع ہوا۔

ڈاکٹر طارق ہاشمی کے مطابق:

"فارغ بخاری البم کے تیسرے مجموعے پر بھی کام کر رہے تھے لیکن اسے مکمل نہ کر سکے۔ اس مجموعے کے چند خاکے اُنہوں نے بطور تبرک ڈاکٹر صابر کلوروی کو دے دیئے تھے مگر وہ تا حال اشاعت پذیر نہ ہو سکے۔"[4]

راقمہ نے تیسرے البم سے متعلق فارغ بخاری کے فرزند سید طاہر عباس بخاری سے جب بالمشافہ ملاقات میں استفسار کیا تو اس کی تصدیق نہ ہو سکی۔ طاہر عباس بخاری بتاتے ہیں کہ:

"دراصل ابا (فارغ بخاری) نے تیسرے البم کے حوالے سے کسی کو کوئی خاکے لکھ کر نہیں دیئے، ہاں البتہ اُن کی ڈائری میں شخصیات کے ناموں کی ایک فہرست ضرور موجود تھی جن میں سے 21 خاکے "البم" اور 19 خاکے "دوسرا البم" میں شائع ہو چکے ہیں جبکہ اُس فہرست میں مزید جو نام شامل تھے اُن میں حاجی بلور دین، ماسٹر شیر علی، مرزا محمود سرحدی، سید امیر شاہ گیلانی المعروف مولوی جی، ڈاکٹر عبد الودود قمر، سید مظہر گیلانی، ضیاء سرحدی، زیڈ اے بخاری اور علامہ ادیب پشاوری کے اسماء گرامی شامل ہیں۔"[5]

یہ بات بالکل درست ہے کہ فارغ بخاری کی خاکہ نگاری البم اور دوسرا البم تک ہی محدود نہیں رہی، بنیادی طور پر فارغ بخاری کے اندر ایک خاکہ نگار ہمیشہ سے موجود رہا جو اِن مجموعوں سے پہلے بھی اُن کی تحریوں میں اپنی جھلک دکھاتا رہا۔ اس بات کو ڈاکٹر طارق ہاشمی نے تسلیم کیا کہ اُن کی آپ بیتی "مسافتیں" اور "ادبیات سرحد" میں بھی صوبہ سرحد کے شعراء واُدبا کی شخصی مرقع کشی کے نمونے ملتے ہیں، بلکہ اُنہوں نے اپنے مضمون "فارغ بخاری کی شخصی مرقع کشی" میں اُن شعراء واُدبا کے ناموں کی فہرست بھی پیش کی۔ اُن ہی کی بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے اضافہ ناگزیر ہے کہ 1948ء میں فارغ بخاری کے جاری کردہ جریدے "سنگِ میل" کے ذیلی اداراتی صفحات پر "جانے پہچانے" اور "نئے نئے" کے عنوانات کے تحت کئی شخصی مرقعے دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان میں احمد ندیم قاسمی، فضل الحق شیدا، مقصد زاہدی، ن م راشد، مظہر گیلانی، ایس ایم جعفر، اشفاق احمد، ضیا جعفری، عارف عبد المتین، مضمر تاتاری، ہاجرہ مسرور اور خدیجہ مستور شامل ہیں جبکہ ریشماں، سجاد ظہیر، قمر سرحدی، اور رفیق غزنوی جیسی شخصیات پر کرداری مضامین لکھے۔ سنگِ میل کے شمارہ 9/8 جلد 1، 1973ء میں "ترقی پسند تحریک کا رہنما" کے عنوان سے سجاد ظہیر پر جو مضمون فارغ بخاری نے لکھا وہی مضمون 1978ء میں اُن کے خاکوں کے پہلے مجموعے البم میں من وعن "بنے میاں" کے عنوان سے شائع ہوا۔ سنین سے ظاہر ہے کہ یہ شخصی مضمون البم سے پہلے سنگِ میل (دورِ ثانی) میں شائع ہو چکا ہے۔

یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ سنگِ میل شمارہ 9/8، 1973 میں "خیبر پختون خواہ کے مشہور ڈرامانگار، ایک اداکار، قمر سرحدی" کے عنوان سے فارغ بخاری کا شخصی مضمون شائع ہوا۔ قمر سرحدی پر لکھا جانے والا یہ مضمون نہایت جاندار اور ایک مکمل خاکہ ہے جو سنگِ میل کے علاوہ ادبیات سرحد میں بھی شامل کیا گیا، لیکن یہ معلوم نہیں کہ فارغ بخاری نے اس خاکہ کو البم یا دوسرے البم میں کیوں شامل نہ کیا حالانکہ شخصیت سے قربت نے اُن کے جملوں میں بلا کی گہرائی اور چُستی پیدا کر دی، ایک ایک لفظ مضمون کو شخصیت کے قریب ترین کرتا نظر آتا ہے۔ ہو

سکتا ہے کہ اسے شامل نہ کرنے کی وجہ یہ ہو کہ قمر سرحدی ترقی پسند تحریک سے وابستہ نہ تھے۔ راقمہ کا دعویٰ ہے کہ فارغ کا یہ خاکہ "البم" میں شامل کیا جاتا تو یہ شہکار خاکہ کہلاتا۔

خاکہ نگاری میں شخصیت کی رنگا رنگی کو اُجاگر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ خاکہ نگار کی اپنی ذات اس رنگا رنگی کا منہ بولتا ثبوت ہو۔ محسن احسان فارغ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"فارغ کا فن انہی نظریات کے تحت اُبھرا جنہیں ہم ترقی پسندی کا نام دیتے ہیں مگر اُن کے فن میں یک رنگی اور جمود نہیں۔"[6]

فارغ بخاری کے خاکوں میں دلچسپی کی اصل وجہ خود اُن کی ذات کی رنگا رنگی ہے، جو صرف موضوع پر جمود طاری نہیں ہونے دیتی بلکہ قاری کو بھی اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہے۔ قتیل شفائی فارغ کے فن کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

"فارغ بخاری کی شخصیت کی طرح اُس کا فن بھی متنوع اور رنگا رنگ شعری اور نثری خوشبوؤں کا حامل ہے۔"[7]

اس رنگا رنگی کو برقرار رکھنے اور خاکے کو جمود سے بچانے کے لیے شخصیت کا انتخاب ایک اہم مرحلہ ہے، اس حوالے سے فارغ بخاری لکھتے ہیں:

"خاکہ نگاری کے تقاضے یہ ہیں کہ جس شخصیت کی قلمی تصویر کشی کی جائے اُس کے اندر بھی کچھ بھڑکتے دھڑکتے پاگل کر دینے والے رنگ ہوں، وارفتہ کرنے والی خوشبوئیں ہوں، قلم کو بے لگام کرنے والی لغزشیں ہوں، خیال و فکر کو بھٹکانے والا سحر ہو جب کہیں جا کر تصویر کے تیکھے خطوط، گھائل کرنے والے زاویئے اور وہ مدہوش کن لفظی کلر سکیم بنتی ہے جو مدتوں اپنا جادو جگانے کی کاٹ رکھتی ہے۔"[8]

یہ بات طے ہے کہ فارغ بخاری نے جس بھی شخصیت کا خاکے کے لیے انتخاب کیا، وہ اپنے اپنے شعبے میں کچھ نہ کچھ تبدیلی کا انداز ضرور رکھتی ہے۔ کوئی بات اُن میں ایسی ضرور ہے جو سب سے جدا ہے جبکہ یہی بات فنِ خاکہ نگاری کے لیے بھی نہایت اہم ہے اور بحیثیت خاکہ نگار فارغ بخاری کا ادبی مقام بھی متعین کرتی نظر آتی ہے۔ یوں کہہ لیں کہ ترقی پسندوں کا ہجوم ہے ان دو مجموعوں میں، چاہے وہ شخصیات اپنی ذات میں ترقی پسند ہیں یا اپنی تخلیقات میں، اس سے قطع نظر چند ایک خاکوں میں وہ اپنی فکر کے مطابق شخصیت کے بھڑکتے دھڑکتے پاگل کر دینے والے رنگ ظاہر نہ کر سکے جن میں جمیل ملک کا خاکہ "دوسرا فرشتہ" بطور دلیل پیش کیا جا سکتا ہے۔ شخصیت کے تعارف میں معصومیت، بے ریائی، امن پسندی اور سیدھی سادھی زندگی کا بار بار ذکر آڑے آتا رہا اور شاید اس بات کو خاکہ کے آخر میں خود فارغ بخاری نے بھی محسوس کیا تبھی لکھتے ہیں:

"سوائے نظریاتی رنگ کے مجھے اور کہیں بھی یک رنگی ذرا بھی اچھی نہیں لگتی۔ لیکن جمیل کا یہ ہے کہ اس کی یک رنگی بھی رنگا رنگی کا جلوہ دکھاتی ہے۔"[9]

اکثر احباب سوانح، عمری اور خاکے کو طویل اور مختصر کے علاوہ ایک جیسا ہی گردانتے ہیں۔ دیکھا جائے تو کسی حد تک درست بھی ہے کہ سوانح عمری طوالت رکھتی ہے، جبکہ خاکہ مختصر ہوتا ہے لیکن فنی لحاظ سے ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ سوانح شخصیت کے متعلق تمام معلومات کا ذخیرہ ہے جبکہ خاکہ اُن ضروری اور اہم پہلوؤں سے مزین، جن کے بغیر شخصیت کا تاثر اُبھر نہ سکتا ہو۔ جانثار معین نے لکھا:

"خاکہ سوانح عمری نہیں بلکہ سوانح میں شخصیت کی تلاش ہے۔"[10]

فارغ بخاری بلاشبہ شخصیت کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں اور یہی سرگردانی اُنہیں خاکہ نگاری میں کامیاب بناتی ہے۔ یہ امر تسلیم ہے کہ مشہور شخصیات سے جڑا ہر واقعہ اہم ہوتا ہے، فارغ بخاری نے اس مشکل کو بھی ایک ماہر خاکہ نگار کی طرح بخوبی حل کیا اور کسی بھی

واقعہ کو چھوٹا یا بڑا کے تناظر میں دیکھنے کے بجائے اہم اور اہم ترین کے حوالے سے دیکھتے ہوئے شخصیات کی تصویر کشی کے لیے واقعات کا انتخاب کیا۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ واقعات کے درست انتخاب کا طریقہ وسلیقہ ہی کامیاب خاکہ نگاری کی جان ہے کیونکہ فن کار کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات اُس کے مزاج، رجحانات اور ترجیحات کو بہترین انداز میں پیش کرتے ہیں، لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ خاکہ نگار بھی بندہ بشر ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ کسی بھی شخصیت کے اُنہی پہلوؤں کو نمایاں کرے جو پہلو اُسے زیادہ اہم لگے یا اُسے زیادہ عزیز تھے۔ خاکہ آئینہ نہیں اور نہ ہی کیمرہ کہ من وعن دکھادے بلکہ جب لکھنے والے کا قلم، ذہن اور رُجحانات درمیان میں آگئے تو ضرور اصل سے کسی قدر فرق پایا جائے گا، ہاں قریب ترین ہونے پر خاکے کی اہمیت سے انکار نہیں۔ اسی لیے خاکہ نگار جس ذات سے قریب ہو اُس کا خاکہ اُتنا ہی جاندار ہوتا ہے۔ فارغ بخاری کے خاکوں میں بھی یہ بات کسی قدر یکسانیت پر مبنی جملوں کی نشاندہی کرتی ہے مثلاً آزادی، رنگین مزاجی، شراب، عورت، رندانہ اطوار ہو سکتا ہے کہ یہ فارغ بخاری کے اپنے رُجحانات کے عکاس ہوں یا پھر معاشرے کو اپنی جانب سے پیش کی جانے والی وضاحت، کہ دیکھو یہ رندانہ طور تو بڑے بڑوں کا مزاج تھا فارغ نے ایسا کیا تو کیا برا کیا۔ مبین مرزا لکھتے ہیں:

"موضوع کا مشاہدہ کرتے وقت خود خاکہ نگار کی ذہنی کیفیت کیا تھی۔"[11]

اس حوالے کی روشنی میں فارغ بخاری کو بحیثیت خاکہ نگار پرکھا جائے تو یہ ثابت ہے کہ فارغ بخاری کی جس وقت جو ذہنی کیفیت تھی اُنہوں نے اُسی مناسبت سے شخصیت کا انتخاب کرکے قلم اُٹھایا، یعنی دل میں ادب واحترام کے دریا موجزن ہوئے تو "کاکاجی" اور "فرشتہ" لکھا، رندی ومستی طاری ہوئی تو "طاہر لاہوتی"، آوارگی چھائی تو "قلندر" اور "پیرِ مغاں"، مرعوب ہوئے تو "پیرزادہ"، "کم آمیز" اور صحیح بخاری اور چہلیں کرنے کو من چاہا تو "تیسری قسم کا بچہ" اور "دشمن جاں" لکھ ڈالا۔ یوں کہہ لیجیے کہ فارغ نے شخصیت کے مطابق "ذہنی فلٹر" کو درست نہ کیا بلکہ ذہنی فلٹر کے مطابق شخصیت کا انتخاب کرلیا۔

فارغ بخاری چند ہم عصر کے مولوی عبدالحق کی طرح شخصیت کو دنیا کے سامنے مشعل راہ بنا کر پیش نہیں کرتے۔ شخصیت کے بڑے بڑے بت کھڑے نہیں کرتے، خوبیوں کے ایسے فلک بوس پہاڑ نہیں اُٹھاتے جنہیں سر کرلینا ناممکن ہو بلکہ وہ اپنے خاکوں میں انسان دکھانا چاہتے ہیں ایسا انسان جس سے اچھائیوں کے ساتھ ساتھ کوتاہیاں بھی سرزد ہوتی ہیں۔ وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے بھی اُس کی کوتاہیوں سمیت قبول کیا۔ فارغ بھی چاہتے ہیں کہ ہم انسان کو اُس طرح قبول کریں اسی لیے اُنہیں شخصیت کی خامیوں سے بھی پیار ہے لیکن بعض مقامات پر فارغ بخاری خامیوں سے پیار کرتے کرتے اُنہیں خوبیوں کا مقام دے بیٹھے ہیں، یعنی لغزشیں اچھی لگتی ہیں متحرک اور جاندار، اس کے برعکس اچھائیاں بے جان اور مردہ، جیسا کہ "فرشتہ" میں رضا ہمدانی کا خاکہ لکھتے ہوئے۔ اگرچہ گرل فرینڈ کو "بھابی" اور "پتھر دیس کی بیٹی" نے "شہزادہ" اور "قلندر" کو "صحرا نورد" اور "اداکار" نے خوب سہارا دیا لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ شخصیت کے عیب ڈھونڈتے ڈھونڈتے اتنی دور نکل جاتے ہیں کہ یا تو سامنے پڑی خوبی اُنہیں دکھائی نہیں دیتی یا پھر وہ خود کنی کترا جاتے ہیں ہاں یہ ماننا پڑتا ہے کہ فارغ بخاری کی برہنہ حقیقت نگاری جسے وہ جگر داری کہتے ہیں سفاکیت کا رُخ اختیار نہیں کرتی بلکہ فنکارانہ چابکدستی کا کمال نظر آتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قاری، خاکہ کی شخصیت کی خامیوں اور کمزوریوں کو جان لینے کے بعد خاکہ نگار کی جگر داری کو ہضم کرنے کا حوصلہ رکھتے ہوئے اُسے زندگی کا تجربہ ہی گردانتا ہے۔

فارغ بخاری نے اپنی ترقی پسندانہ سوچ سے فنِ خاکہ نگاری کو مالا مال کیا بقول خاطر غزنوی، اُنہوں نے جدید خاکہ نگاری کی صف میں ایک اہم اور قابل قدر مقام حاصل کیا۔ خاکہ نگاری کے فنی لوازم کو ملحوظ رکھتے ہوئے تاثراتی، کرداری، توصیفی اور معلوماتی خاکوں کے کامیاب تجربے کیے جو البم اور دوسرا البم دونوں مجموعوں میں ملتے ہیں۔ ان خاکوں میں "پیر تسمہ پا" کے عنوان سے صہبا لکھنوی کا خاکہ لکھتے ہوئے فارغ

بخاری اپنے آپ کو بالکل پس منظر میں لے جاتے ہیں اور صہبا کو اُنہی کے الفاظ اور جملوں میں بیان کر کے مستند اور حقیقت کے قریب ترین بنا دیتے ہیں۔ فنِ خاکہ نگاری میں پیر تسمہ جدت کی انوکھی مثال ہے۔ صہبا لکھنوی کی زبانی اُنہی کا خاکہ فارغ کے قلم کی بے ساختہ تحریر ہے۔

فارغ بخاری نے کشور ناہید کی ذات کو سامنے رکھتے ہوئے "گرل فرینڈ" کا عنوان دیا جو بلاشبہ کشور کی طبیعت سے لگا کھاتا ہے۔ اس حوالے سے خاطر غزنوی نے لکھا کہ اس خاکہ کو پہلے "ماہی منڈا" پھر "بوائے فرینڈ" اور جب چھپ کر کتابی صورت میں سامنے آیا تو "گرل فرینڈ" کا نام دیا گیا۔ بہر حال احمد ندیم قاسمی کو فارغ بخاری کی یہ آزادی قابلِ گرفت محسوس ہوئی، جبکہ فارغ بخاری فرحت اللہ بیگ کے جیسے سوچتے ہوئے قاسمی صاحب کو صرف یہی کہتے ہیں "ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں"

فارغ بخاری ایک نظریاتی ادیب ہیں۔ سیاست، ادب اور مذہب ہر شعبہ میں ایک خاص نظریے کے قائل ہیں اور اُس پر قدامت پرستوں کی طرح سختی سے کاربند نظر آتے ہیں، بلکہ البم اور دوسرا البم کی شخصیات کو مدنظر رکھا جائے تو یہ کہنا درست ہو گا کہ اُنہوں نے شخصیات کے انتخاب میں بھی نظریاتی کسوٹی کو مقدم رکھا۔ مختار علی نئیر لکھتے ہیں کہ:

> "معاشرے میں سچ کہنا بڑی جرات کا کام ہے، مگر فارغ بخاری کے لیے یہ بڑا معمولی بلکہ روزمرہ تھا۔ حقیقت میں وہ سچ کا بہادر تھا، خواہ اپنے اوپر ہی تنقید کیوں نہ کرنی پڑے، کھری بات کہنے سے کبھی باز نہ آئے"[12]

دراصل فارغ کی جنگ کسی فرد کے ساتھ نہ تھی بلکہ نظام کے ساتھ تھی، نظریاتی ادیب کبھی ذاتیات اور انا پرستی کے اُلجھاؤ کا شکار نہیں ہوتا، اپنی اسی انقلابی سوچ سے کام لیتے ہوئے فارغ خاکہ نگاری میں بھی ذاتی طور پر کسی سے نہ تو تلخ ہوئے اور نہ ہی بلاوجہ شیریں، بلکہ وہ خاکے کی شخصیت کے پیچھے نظام ہی کی کارفرمائی کو خاکوں میں اُجاگر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کوئی معاشرہ یا نظام کسی بھی انسان کی زندگی پر پوری طرح اثر پذیر ہوتا ہے۔ نظریاتی جنگ کے محاذ پر فارغ بخاری جیسے میٹھے اور شیریں انسان ننگی تلوار بن کر چلتے ہیں اور یوں ہر غلطی معاف کرنے والا اور ہر طرح کام آنے والا دوست فارغ خاکہ نگاری میں حقیقت نگاری کا روپ دھارے نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر طارق ہاشمی نے فارغ بخاری کی خاکہ نگاری پر نظریاتی حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

> "فارغ بخاری نے خاکوں میں جہاں خارجی اور داخلی اوصاف کی مرقع کشی کی ہے، وہاں نظریات کی تصویر کشی کو بھی نظر انداز نہیں کیا"[13]

فارغ بخاری جانتے ہیں کہ نظریات کسی بھی انسان کی زندگی میں نہایت اہمیت کے حامل ہیں اور جب بات کی جائے فنکار کی تو اُس کی زندگی، اُس کی تخلیقات سب اس کے نظریات ہی کے گرد گھومتی نظر آتی ہیں۔ فنکار ان نظریات سے روگردانی یا کوتاہی کو اپنی تخلیقات سے دست برداری کے مترادف سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فارغ کی خاکہ نگاری میں نظریات خاکہ کے پلاٹ میں نمائندگی کرتے دکھائی دیتے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ سوائے چند شخصیات سے قطع نظر اُنہوں نے حلیہ نگاری یا شخصیات کے خدوخال کے بیان میں دلچسپی کا اظہار نہیں کیا ہے بلکہ اس کمی کو البم اور دوسرا البم کے ابتداء میں تصاویر سے دور کر دیا۔ جبکہ شخصیت کے ادبی مقام و مرتبے، معیارات اور رجحانات کو قاری تک پہنچانے کے لیے نظریات کی تصویر کشی پر نہایت زور دیا۔ اُن کے نزدیک کسی بھی فنکار کی اصل شکل، چہرہ مہرہ، رنگ روپ، اُس کی ظاہر صورت و چال ڈھال نہیں بلکہ اُس کے آدرش ہیں جو اس کے فن کا اصل چہرہ مہرہ یا پورٹریٹ بناتے ہیں۔ جن سے وہ پہچانا جاتا ہے، اس کی شناخت ہوتی ہے۔ کاکا جی کے عنوان سے صنوبر حسین کاکا کے خاکے میں لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ ایک مسلم لیگی لیڈر آیا کہ داروغہ مجھے چپل دینے میں ٹال مٹول کر رہا ہے، میں اُسے نوٹس دے آیا ہوں کہ کل سے بھوک ہڑتال کروں گا آپ بھی میرا ساتھ دیں۔ کاکا جی نے فوراً کہا کہ ہم تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے۔ چپلی ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ کسی انسانی مسئلے پر، قومی مسئلہ پر، سیاسی مسئلہ پر کوئی ایسا قدم اُٹھاؤ تو ہم ضرور ساتھ دیں گے"[14]

فارغ بخاری نے شخصیت کے عیوب و محاسن کو بلا کم و کاست بیان کر دیا، اُنہوں نے ویسا ہی بیان کیا جیسا دکھا، وہ خوبی کو خوبی اور خامی کو خامی بھی کہتے ہیں، لکھتے وقت شخصیت کا خاکہ بھی ہمدردی سے لکھتے ہیں اور عیب بیان کرتے ہوئے حقیقت پسندی کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں لیکن بعض مقامات پر کھلی حقیقتیں بیان کرنے کے بعد شخصیت کی کمزوریوں کا دفاع کرتے نظر آتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ شخصیت سے قربت کے پیش نظر اُنہوں نے ایسا کیا ہو مثلاً شاد امر تسری کے خاکے قلندر، عبد الحمید عدم کے خاکے پیر مغاں اور احمد ظفر کے خاکے فن کا مجنوں میں ان شخصیات کی کمزوریوں کے سامنے سینہ تانے کھڑے نظر آتے ہیں۔ بہر حال جیسے ہی اُنہیں احساس ہوتا ہے وہ فوراً بات کو سنبھال لیتے ہیں اور خاکہ نگار بن کر جو جیسا ہے ویسا بیان کرنے لگتے ہیں۔

خاکہ نگاری میں شخصیت کے لیے عنوان کا انتخاب ایک جانب اگر خاکہ نگار کا کڑا امتحان ہے، تو دوسری جانب اس کی اختصار پسندی کی دلیل۔ غزل کو غزلیہ کر کے شاعری کو حشو و زوائد سے پاک کرنے کا دعویٰ کرنے والے فارغ بخاری، خاکہ نگاری میں بھی اسی روایت کو نبھاتے نظر آتے ہیں۔ غزل کو بھرتی کے اشعار و الفاظ سے بچانے والے فارغ نثر میں بھی اسی بات کو مقدم رکھتے ہیں کیونکہ وہ اپنے فن کو تکرارِ محض کے عذاب سے مامون رکھنا چاہتے ہیں۔ فارغ بخاری نے خاکہ نگاری میں اختصار پسندی کے ساتھ ساتھ جامعیت کو بھی خوبی سے نبھایا، انہوں نے اول ایک شخصیت کو بڑی جامعیت سے خاکے کے کوزے میں بند کیا اور پھر اختصار پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسا عنوان تجویز کیا جو شخصیت کے خاکے کی تکمیل میں اہم کڑی ثابت ہوا۔ بعض عنوان شخصیات پر ایسے فٹ بیٹھے اور اس قدر جامع ہیں کہ اس کے بعد اُن پر لکھا ہوا خاکہ بھی اضافی معلوم ہوتا ہے۔ خاص طور پر حمزہ خان شنواری کے لیے کیمیا گر، ضیا جعفری کے لیے طاہر لاہوتی، کشور ناہید کے لیے گرل فرینڈ، زیتون بانو کے لیے بھابھی، صہبا لکھنوی کے لیے پیر تسمہ پا اور صادقین کے لیے سنگِ پارس وغیرہ نہایت جامع عنوانات ہیں۔

فارغ بخاری نے بلاشبہ اختصار پسندی سے کام لیا اور شخصیت سے متعلق اُنہی معلومات یا واقعات کو شامل کیا جو خاکہ میں تکمیل کی شان پیدا کرتے ہیں، یہ سچ ہے کہ فارغ کے البم میں بہت سی تصویریں نہ جانے کب سے محفوظ تھیں اب لگتا ہے جیسے وہ البم کھولے ایک ایک تصویر کو دیکھتے جاتے ہیں اور خاکہ یادوں کی صورت بنتے چلے جاتے ہیں، فارغ نے قلم کو ذہن کے حوالے کر دیا ہے اور تصویر پر نظریں مرکوز کر دی ہیں لیکن اس کے باوجود بعض مقامات پر روداد یا آپ بیتی کا گمان ہوتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ فارغ شخصیت سے دور نکل گئے اور واقعات سنانے لگے ہیں اور یوں خاکے میں دیگر افراد کی مرقع کشی یا ان کا تفصیلی ذکر گراں گزرتا ہے مثلاً "سوہنڑا منڈا" کے عنوان سے محسن احسان کے خاکے میں ڈاکٹر مظہر علی کا مختصر ذکر لیکن پھر یوسف رجا چستی کا دو صفحات پر مشتمل مفصل تعارف لکھ ڈالا جو کہ قدرے رکاوٹ کا باعث ہے۔ "ہمسفر" کے عنوان سے مقصد زاہدی کے خاکے میں شاہد احمد کا ذکر، ضیا جعفری کے خاکے میں عبد الودود قمر کا تفصیلی ذکر اور دائرہ ادبیہ کا مفصل بیان، محمد طفیل کے خاکے میں احمد ندیم قاسمی کے پشاور ریڈیو سٹیشن آنے اور خان عبد القیوم خان کے ہاتھ ملانے کا واقعہ حالانکہ یہی واقعہ احمد ندیم قاسمی کے خاکے میں بھی شامل ہے اسی طرح شوکت واسطی کے خاکے میں ان کے دوستوں کا تفصیلی ذکر خاکے کے ربط کو متاثر کرتا ہے، یوں لگتا ہے کہ فارغ بخاری گھڑی گھڑی ماضی کی یادوں میں کھو جاتے ہیں، وہ ماضی جو ان کا سرمایہ ہے وہ ماضی، جسے حال بھول کر بھی وہ بھلا نہ سکے۔ اس کے باوجود فارغ کا رواں اسلوب اور چست جملے فوراً قاری کو سنبھال لیتے ہیں اور بھٹکنے نہیں دیتے۔

راشد اشرف کے بقول " فارغ کی خاکہ نگاری میں زبان کی چاشنی کے کیا کہنے " فارغ نے اُردو زبان کی چاشنی کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں کے چٹخارے کو بھی پیش کیا۔ نگر نگر اور ملکوں ملکوں گھومنے والے فارغ بخاری کے قلم کی جڑیں اپنی مٹی میں پیوست ہیں۔ ان کی تحریر میں اپنی زمین کی خوشبو بھی ہے اور مقامی زبانوں کی مٹھاس بھی۔ فارغ کے خاکوں میں مقامی زبانوں کی تراکیب والفاظ اور ضرب الامثال بکثرت ملتی ہیں مثلاً بشیر موجد کے خاکے میں لکھتے ہیں:

"ایک بزرگ دوست کے ہاں نجانے کیا سیکھنے جاتا ہے، اسے یاروں نے بہت سمجھایا لیکن منڈا ابعض نہیں آتا، کہتا ہے کچھ نہ ہو بوڑھے پیڑوں کا سایہ بھی بڑی چیز ہے، اب اسے کون کہے کہ بھلے آدمی صرف گھڑی دو گھڑی سائے میں بیٹھنے کے لیے اتنا وقت ضائع کرنے سے "کوڑا کُہٹ "کر کے سائبان لگالو"[15]

اسی طرح محسن احسان کے لیے "سادا مر ادا"ہندکو زبان کی ترکیب ہے، کولمبس میں رحیم گل کے خاکے میں "پشتون"زبان کی ترکیب ، ساحر لودھیانوی کے لیے عنوان "لدھیانے دا پھل "پنجابی زبان کی چاشنی کو ظاہر کرتا ہے، محمد طفیل کے خاکے میں "کھؤ پارٹی"ہندکو زبان کی ترکیب ہے جبکہ مسعود انور شفقی کے خاکے میں "ہور گنے چو پو"دراصل ہندکو زبان کی ضرب المثل ہے۔

خاکہ نگاری کی ایک اور اہم خوبی یہ ہے کہ خاکہ شخصیت سے مرعوب ہو کر نہ لکھا جائے، اس لیے کہ تب قلم سے صرف احترام ولحاظ ٹپکتا ہے اور خاکہ یک رخی ہو جاتا ہے۔ فارغ بخاری نے خاکہ نگاری میں اس اصول کو ملحوظ تو رکھا مگر کاکا جی اور صحیح بخاری لکھتے وقت اُن کا قلم احترام سے خود کو نہ بچا سکا، رضا ہمدانی کا خاکہ لکھتے ہوئے بقول خاطر غزنوی، احترام ضرورت سے زیادہ آڑے آیا اور بقول ایوب صابر، رضا کے بارے میں لکھتے ہوئے فارغ بخاری اپنے چھلکے پہلے اُتارتے ہیں اور رضا کے بارے میں اظہار خیال بعد میں کرتے ہیں۔ فرشتہ میں فارغ بخاری نے یوں لکھا:

"ہر فنکار کے اندر بھی ایک شیطان چھپا ہوا ہے اور اُسے خود ستائی نہ سمجھا جائے تو وہ شیطان میں ہوں، مجھ سے متعارف ہونے سے پہلے، وہ واقعی نرا فرشتہ تھا"[16]

اس میں کوئی شک نہیں کہ خاکہ نگاری میں کسی شاعر، ادیب یا اُن کی تخلیقات کے تنقیدی جائزے کی ضرورت اور گنجائش نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود خاکہ نگار یہ گنجائش نکال ہی لیتا ہے جس طرح کہ فارغ بخاری نے سنگِ پارس میں صادقین کی رباعیات پر جو تنقیدی نگاہ ڈالی یا پتھر دیس کی بیٹی میں فہمیدہ اختر کی افسانہ نگاری کے حوالے سے جو گفتگو کی وہ خاکے کے ربط کو متاثر نہیں کرتی، بلکہ نظم ونثر اور مختلف شخصیات کے حوالے سے اُن کے تنقیدی جملے ادب کے طالب علم کو تنقیدی شعور دلانے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر طارق ہاشمی نے اپنے مضمون "فارغ بخاری کی شخصی مرقع کشی"میں یہ لکھا:

"خاکہ نگار کو یہ احتیاط بہر حال برتنی چاہیے کہ وہ موضوع کے بارے میں مبینہ معلومات کا اظہار نہ کرے، تاکہ اُس کی شخصیت کے سلسلے میں کوئی اشتباہ پیدا نہ ہو"[17]

ڈاکٹر ہاشمی بات کو جاری رکھتے ہوئے مزید کہتے ہیں کہ فارغ بخاری نے مرزا محمود سرحدی کے خاکے میں لکھا:

"وہ فوج کی ملازمت کی قید برداشت نہ کر سکے تو پاگل پن کا روپ دھار لیا لیکن پاگل خانہ پہنچ کر ماحول کے اثر نے سچ مچ پاگل بنا دیا"[18]

اول تو فارغ بخاری کے دونوں مجموعوں البم اور دوسرا البم میں مرزا محمود سرحدی کی شخصیت پر کوئی خاکہ تحریر ہی نہیں ہوا، دوم حوالہ جات میں ڈاکٹر ہاشمی نے دعویٰ کیا کہ یہ جملہ مرزا کے حوالے سے فارغ نے البم کے صفحہ نمبر 46 پر لکھا ہے، جس کا حوالہ ڈاکٹر ہاشمی نے اپنے

مضمون کے حوالہ جات میں نمبر 13 میں ظاہر کیا جبکہ البم کے صفحہ 46 پر فیض احمد فیض کا خاکہ جاری ہے، یوں دونوں مجموعوں کے مکمل مطالعے کے بعد یہ ثابت ہے کہ جب فارغ نے مرزا محمود سرحدی پر خاکہ لکھا ہی نہیں تو مبینہ معلومات کے پائے جانے کا سوال چہ معنی دارد؟ البتہ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ مرزا محمود سرحدی پر ایک خاکہ فارغ بخاری کے فرزند سید قمر عباس بخاری نے اپنی تصنیف "عظیم پشاور سپوت" میں شائع کیا ہے جس کی جزئیات ڈاکٹر طارق ہاشمی کے دعوے کے قرین ہیں۔

فارغ بخاری اپنی رائے میں آزاد، شاعر، ادیب محقق، نقاد اور خاکہ نگار ہیں، جبکہ خاکہ نگاری کے حوالے سے یہ اہم خاصیت مانی جاتی ہے کہ خاکہ نگار ویسا خاکہ لکھے جیسی شخصیت اُسے نظر آتی ہے نہ کہ جیسے شخصیت چاہے۔ فارغ بخاری نے اپنے قلم کو گروی اور درباری ہونے سے بچایا، یہی خوبی اُن کی سوانح تصنیف "باچا خان" میں بھی پائی جاتی ہے کہ مالی نقصان تو برداشت کر لیا مگر اپنی تحریر کو سیاست یا مصلحت کی نذر نہ ہونے دیا۔ اُن کا قلم ڈکٹیشن لینے کا عادی نہیں۔ ایسا وہی کر سکتا ہے جو اپنے نظریات کے ساتھ ساتھ دوسرے کے نظریات کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہو لیکن یہ ایک کڑا امتحان تھا۔ بقول مختار علی نیئر:

> "ہمیشہ یہی کوشش کرتے کہ کوئی اُن سے خفا نہ ہو مگر ایسا مؤرخ جو عصر حاضر کی تاریخ لکھ رہا ہوں بھلا اُن سے کون خوش ہو سکتا ہے کیونکہ ایسی تاریخ کے کردار زندہ ہوتے ہیں اور اپنے اوپر تنقید برداشت نہیں کرتے۔"[19]

جس طرح مصور شخصیت کی ظاہری شبیہ بناتا ہے اُسی طرح خاکہ نگار خاکے میں باطنی شبیہ کو اُبھارتا ہے، آئینہ باطن نہیں دکھاتا جبکہ خاکہ نگار کو باطن دکھانا مقصود ہے۔ اسی لیے خاکہ ظاہری اور باطنی کے مابین تحریر کیا جاتا ہے، فارغ بخاری نے ایسا ہی کیا۔ یوں لگتا ہے کہ فارغ نے اپنے قلم کو شخصیت کا آئینہ بنانے کی بجائے خود شخصیت کے باطن ہی کو اُس کا آئینہ بنا ڈالا۔ اُس کے نظریات، رجحانات اور معیارات سے اُس کی تصویر کشی کی۔ فارغ بخاری کا قلم شخصیات کی زندگی کے اُتار چڑھاؤ میں اُلجھا نہیں بلکہ روانی سے زندگی کے نشیب و فراز کو عبور کرتا اپنے قارئین کو ساتھ لیے آگے ہی آگے بڑھتا محسوس ہوتا ہے، اُن کا اسلوب قاری اور شخصیت کے درمیان رکاوٹ نہیں بنتا بلکہ قاری اسلوب کے رعب میں آنے کے بجائے شخصیت کے زیر اثر ہی دکھائی دیتا ہے۔ مختصر یہ کہ فارغ بخاری نے اپنے فن کی قوت و توانائی سے خاکوں میں جان ڈال دی اور جدید خاکہ نگاری کو نئی جہتیں بخشیں۔

References:

1. Abdul Haq, *Chand Hum ʿAṣr*, Urdu Academy Sindh, 1959, 124.
2. Muhammad Sohail Bhatti, *Tārīkh-i Adab-i Urdū*, Bhatti Sons Publishers, Lahore, n.d., 564.
3. Rafia Bukhari, "Mazāmīn Saʿīn Farigh Bukhari," in *Māhnāmah Hindko Zabān: Farigh Bukhari Number*, no. 65 (Peshawar: Maktabah Hindko Zabān, 1995), 13.
4. Tariq Hashmi, "Farigh Bukhari ke Shakhṣī Muraqqa Kāshī," *Al-Hamd*, no. 5 (Islamabad: Al-Hamd Islamic University, 2016), 172.
5. Syed Tahir Abbas Bukhari, interview by author, April 24, 2024, residence of Tahir Abbas, Gulbahar, Peshawar.
6. Mohsin Ihsan, "Farigh Bukhari de Urdu Shayri," *Māhnāmah Hindko Zabān: Farigh Bukhari Number*, no. 65 (Peshawar: Maktabah Hindko Zabān, 1995), 21.
7. Qateel Shifai, "Farigh Bukhari da Ghazlia," *Māhnāmah Hindko Zabān: Farigh Bukhari Number*, no. 65 (Peshawar: Maktabah Hindko Zabān, 1995), 16.
8. Farigh Bukhari, *Dūsrā Album* (Lahore: Āinah-yi Adab, Tufail Art Printer, 1983), 70.
9. Bukhari, *Dūsrā Album*, 74.
10. Jānīsār Moin, "Khākah Nigārī kā Taḥqīqī Jāʾizah," *Īwān-i Urdū* (Hyderabad: Maulana Azad National Urdu University, October 2018), 30.
11. Mobeen Mirza, *Urdū ke Behtareen Shakhṣī Khākē* (Delhi: Kitabi Duniya, Cock Affast Printers, 2004), 12.
12. Mukhtar Ali Nayyar, "Hazāron Kāfilē Sustā ke Chal Diye Farigh," *Roznāmah Jung*, Rawalpindi, literary edition, May 5, 1997.
13. Tariq Hashmi, "Farigh Bukhari ke Shakhṣī Muraqqa Kāshī," *Al-Hamd*, no. 5 (Islamabad: Al-Hamd Islamic University, 2016), 174.
14. Farigh Bukhari, *Album* (Lahore: Funoon Publishers, 1978), 11.
15. Bukhari, *Album*, 145.
16. Bukhari, *Album*, 90.
17. Tariq Hashmi, "Farigh Bukhari ke Shakhṣī Muraqqa Kāshī," *Al-Hamd*, no. 5 (Islamabad: Al-Hamd Islamic University, 2016), 175.
18. Bukhari, *Album*, 176.
19. Mukhtar Ali Nayyar, "Hazāron Kāfilē Sustā ke Chal Diye Farigh," *Roznāmah Jung*, Rawalpindi, literary edition, May 5, 1997.

حوالہ جات:

[1] عبد الحق، ڈاکٹر "**چند ہم عصر**" (سندھ: اُردو اکیڈمی، 1959ء)، ص124-

[2] محمد سہیل بھٹی "**تاریخِ ادب اُردو**" (لاہور: بھٹی سنز پبلشرز، سنہ ندارد)، ص564-

[3] رفعیہ بخاری، مضمون "**سائیں فارغ بخاری**" مشمولہ ماہنامہ ہند کوزبان، فارغ بخاری، شمارہ نمبر 65، (پشاور: مکتبہ ہند کوزبان، 1995ء)، ص13-

[4] طارق ہاشمی، ڈاکٹر، مضمون "**فارغ بخاری کی شخصی مرقع کشی**" مشمولہ الحمد، شمارہ 5، (اسلام آباد: الحمد اسلامک یونیورسٹی، 2016ء)، ص172-

[5] طاہر عباس بخاری سید، انٹرویو، 24 اپریل 2020ء، بمقام رہائش گاہ طاہر عباس بخاری گلبہار نمبر 1 پشاور

[6] محسن احسان، مضمون "**فارغ بخاری دی اُردو شاعری**" مشمولہ ماہنامہ ہند کو زبان، فارغ بخاری نمبر، شمارہ نمبر 65، (پشاور: مکتبہ ہند کو زبان، 1995ء)، ص21-

[7] قتیل شفائی، مضمون "**فارغ بخاری داغزلیہ**" مشمولہ ماہنامہ ہند کوزبان، فارغ بخاری نمبر، شمارہ نمبر 65، (پشاور: مکتبہ ہند کوزبان، 1995ء)، ص16-

[8] فارغ بخاری "**دوسرا البم**" (لاہور: آئینہ ادب طفیل آرٹ پرنٹر، 1983ء)، ص-

[9] ایضاً، ص74-

[10] جاں نثار معین، مضمون "**خاکہ نگاری کا تحقیقی جائزہ**" مشمولہ ایوان اُردو، (حیدر آباد: مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، اکتوبر 2018ء)، ص30-

[11] مبین مرزا "**اُردو کے بہترین شخصی خاکے**" کتابی دنیا دہلی، (دہلی: کاک آفسیٹ پرنٹرس، 2004ء)، ص12-

[12] مختار علی نیئر، مضمون "**ہزاروں قافلے ستا کے چل دیئے فارغ**" (راولپنڈی: مشمولہ روزنامہ جنگ، ادبی ایڈیشن، 5 مئی 1997-

[13] طارق ہاشمی، ڈاکٹر مضمون "**فارغ بخاری کی شخصی مرقع کشی**" مشمولہ الحمد،، شمارہ 5، (اسلام آباد: الحمد اسلامک یونیورسٹی، 2016ء)، ص176-

[14] فارغ بخاری "**البم**" (لاہور: فنون پبلشر، 1978)، ص11-

[15] ایضاً، ص145-

[16] ایضاً، ص909-

[17] طارق ہاشمی، ڈاکٹر مضمون "**فارغ بخاری کی شخصی مرقع کشی**" مشمولہ الحمد،، شمارہ 5، (اسلام آباد: الحمد اسلامک یونیورسٹی، 2016ء)، ص176-

[18] ایضاً، ص176-

[19] مختار علی نیئر، مضمون "**ہزاروں قافلے ستا کے چل دیئے فارغ**" مشمولہ روزنامہ جنگ راولپنڈی، ادبی ایڈیشن، 5 مئی 1997-